۴۸۶

ترجمۂ تقریر انگریزی

از

جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی

وکیل چیفکورٹ پنجاب لاہور

بہ تقریب جلسۂ مذاہب منعقدہ الہ آباد

منجانب جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام یعنی کامل فرمانبرداری جس سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم اپنے طریق وعمل زندگی میں خالص الٰہی حکومت کے ماتحت آجاویں۔ اور اپنے خیالات میلان طبع اور محاکموں کو چھوڑکر ان قوانین کی کامل اطاعت کریں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان پر الھام ہوئے ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ جس کا اطلاق ہر ایسے مذہب پر ہوسکتا ہے جو مُقدس معلمین نے

مختلف زمانوں اور ملکوں میں خدا تعالےٰ سے الہام پاکر تعلیم کیا۔ چنانچہ اس امر میں **قرآن** کریم فرماتا ہے:۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ پ ۱ ع

کہو ہم ایمان لائے خدا پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی جو ابراہیم اسمٰعیل اسحاق اور اُن کی اولاد پر نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی ہم ان کو بھی مانتے ہیں جو موسےٰ عیسےٰ اور دنیا کے تمام نبیوں کو دیا گیا۔ ہم اُن سب انبیاء کو قبول کرتے ہیں۔ اور اُن میں کوئی فرق اور تمیز نہیں کرتے +

قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے جہاں ہر ایک قوم اپنے اپنے مذہب کو ربانی چشمہ سے نکلا ہو مانتی تھی وہاں اُنھوں نے دوسرے مذاہب کو یہ عزت دینے سے انکار کیا۔ جس سے لوگوں میں نخوت تکبر اور حقارت کے خیالات پیدا ہو گئے۔ اور خدا تعالیٰ کے کُنبہ میں سخت اختلاف اور عداوت بڑھی۔ کسی شخص نے بھی ایک لمحہ بھر کے لئے اُن ربانی اخلاق پر غور نہ کیا۔ جن کا مشاہدہ ہم روزانہ اُسکی قدرت کے کارخانہ میں دیکھتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ جس نے جسمانی پرورش کے اسباب بہم پہنچانے میں کُل نسل انسان پر یکساں مہربانی کی ممکن نہ تھا کہ وہ اُن انعام کے عطا فرمانے میں کسی قوم کی طرفداری یا رعایت کرتا جن پر ہماری رُوحانی ترقی حصر رکھتی تھی۔ کیا اُس کا سُورج اُس کا چاند اُس کے ستارے اور اُس کا کُل کا کُل نظام شمسی کُل بنی نوع کا یکساں طور پر خادم نہیں؟ اگر نسل انسانی کی کوئی شاخ پانی زمین ہوا

اور ایسا ہی دیگر مظاہر قدرت کے فوائد سے محروم نہیں کی گئی۔ تو کیوں خداتعالیٰ کی غیر طرفدارانہ اور **عامہ ربوبیت** پر معاملات الہام میں ایمان نہیں لایا جاتا۔ حالانکہ الہام ہی انسانی قوے کی نشوونما کیلئے ضروری اور ازبس مفید ہے۔ دراصل دُنیا نے رُبوبیت الٰہی کا ایک غلط مفہُوم قائم کر رکھا تھا۔ اور انسانی اخوت نامہ کے قیام کے خلاف یہ ایک خطرناک غلطی تھی جس میں قوموں کی قومیں صدیوں تک پڑی رہیں۔ حتّٰے کہ خدا کا آخری کلام نازل ہؤا۔ جس نے پہلے ہی فقرہ میں اس غلط اور طرفدارانہ مفہوم ربوبیّت کا بطلان کیا۔ قرآن کریم ذیل کے الفاظ سے شرُوع ہوُا:۔

الحمدُ للہ ربّ العالمین

تمام حمد و ستائش اُسی اللہ کے لئے ہے جو ہندوستان یا عرب یا ایران یا شام کا ہی ربّ نہیں۔ بلکہ وہ کل عالموں کا ربّ ہے۔ جس نے جس طرح تمام انسانوں کو جسمانی نشوونما کے ذرایعہ عطا فرمائے ویسے ہی اُس نے یکساں طور پر سب کی رُوحانی آبیاری کی۔ اس وسیع دل کے عقیدہ نے جو قرآن میں تعلیم ہؤا از سرنو انسانوں میں اخوت اور یگانگت کی رُوح پھُونک دی۔ اور اس تنگ دلی کا قلع قمع کیا جس نے انسانی سوسائٹی کے ڈھانچ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے خداتعالیٰ کے کُنبہ میں بھائی سے بھائی کو جُدا کر رکھا تھا +

لہٰذا قرآن کریم کی یہ فیاضانہ تعلیم اگر میرے دل میں جناب محمدؐ سے اور عیسےٰ کے لئے محبت اور تقدیس کے خیالات پیدا کرتی ہے۔ تو وہی تعلیم مجھے اس بات پر بھی مجبور کرتی ہے۔ کہ مَیں عزّت اور محبت کے ساتھ شری رامچندر جی مہاراج۔ اور شری کرشن جی مہاراج اور

عارف بُدّھ کو دیکھوں۔ اگر قرآن کے علاوہ میں بائیبل کو اصلی صورت میں کلام ربّانی سمجھتا ہوں۔ تو میں ہندو بھائیوں کے ساتھ گیتا اور ہندوستان کے دیگر مُقدّس نوشتوں کو بھی اپنی جائداد مشترکہ قرار دیتا ہوں ⁂

الغرض قرآن کریم کی تعلیم کے ماتحت اسلام ہر ایک مذہب یا عقیدہ کا نام ہے۔ جو مختلف ممالک اور اقوام میں وقتاً فوقتاً ربانی مُلہمین نے تعلیم کیا۔ یہ تمام کے تمام مذاہب ایک ہی ربّانی سرچشمہ سے نکلکر ایک ہی قسم کی صداقت دُنیا میں لائے۔ لیکن امتداد زمانہ نے اور ایسا ہی پرانے وقتوں میں ان مناسب اسباب کے نہونے نے جن سے تعلیم اپنی اصلی شکل میں محفوظ رہ سکتی ہو تحریف و تبدیل اور غلط تعبیر کے مواقعہ پیدا کر دیئے۔ اسی طرح وہ زبانیں جن میں قدیمی مُقدّس صحیفے نازل ہوئے متروک ہوگئیں جس سے آنے والی نسلوں کو ان پاک الفاظ کے حقیقی معانی تک پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہو گیا۔ علاوہ ازیں اگر ایک طرف انسانی قویٰ نے ترقی کی تو دوسری طرف گناہ اور بدی نے پیچیدہ شکل اختیار کی جو زمینی تہذیب کا لازمی نتیجہ تھا۔ یہ باتیں نئی تعلیم کو چاہتی تھیں۔ چنانچہ اس ضرورتِ حقّہ کے رفع کرنے کے لئے پیغمبر یکے بعد دیگرے تشریف لائے جنھوں نے نہ صرف انھیں صداقتوں کی تجدید کی جو پہلے الہام ہو چکی تھیں۔ بلکہ ضرورتِ زمانہ کے مطابق حال اُن پر مناسب ایزادیں بھی کیں۔ اُن وقتوں میں نسل انسانی کی مختلف شاخیں ایک دوسرے سے دُور دُور آباد تھیں۔ اور قدرتی سدّراہوں نے اُن کو ایکدوسرے سے جدا کر رکھا تھا۔ آپس میں میل جول اور آمد و رفت کے ذرائعہ بھی محدُود تھے۔ ایسے وقت میں ہر ایک قوم کو ایک الگ

نبی کی ضرورت تھی - جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے :-

وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر

کوئی قوم ایسی نہیں کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو اگر ہندوستان میں ویدک رشی آئے اور اُن کے بعد کرشن رامچندر گوتم مبعوث ہوئے تو چین نے اپنا معلّم کنفیوشس کی صورت میں دیکھا - اگر زرتشت نے آتش رُوحانیت ایران میں سلگائی تو وادی دریائے یردن اُس ربانی ندی سے سیراب کی گئی جو زیتونی پہاڑ سے اُتری - چنانچہ جب کبھی اور جہاں کہیں بدی پھیلی اور انسان گمراہ ہوا خدا تعالیٰ کی طرف سے ملہمین اُس قدیمی مذہب اسلام کی تجدید کے لئے آئے - حتّٰی کہ زمانہ نے ایک نئے انقلاب کو دیکھا - جب یک لخت دُنیا کے تمام گوشوں میں الٰہی قوانین سے انحراف کیا گیا - اور ایک ہی وقت تمام روئے زمین پر ربانی حدود توڑے گئے - ہر ایک ملک اور قوم نے کامل ضلالت اور اخلاقی گمرہی کو دیکھا نیکی کالعدم ہو گئی اور ایسا نظر آنے لگا کہ گویا خدا تعالیٰ نے زمین کو چھوڑ دیا ہے - اور شیطان اپنی جہنمی سلطنت کو قائم کر رہا ہے - کوئی مؤرخ تاریخ زمانہ میں ساتویں صدی مسیحی سے بدتر زمانہ نہیں دکھلا سکتا - جب انسانی سوسائٹی رُوحانی اور اخلاقی پستی کے ادنےٰ سے ادنےٰ نقطہ پہ پہنچی ہوئی تھی - اب اگر صحیفۂ قدرت میں ہر ایک تاریکی کے بعد روشنی اور ہر امساک کے بعد بارش لازمی ہے - اگر پیغمبران زمانہ ایسے ہی وقتوں میں آتے ہیں جب ظلمتِ گمرہی کمال کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے - اگر ہندوستان میں وشنو کے اوتار آسمان سے اسی وقت نازل ہوتے ہیں جب دھرتی زیادہ تر پاپوں کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتی - اور اگر کرشن بھگوان اپنے

الفاظ مندرجہ گیتا کے پُورا کرنے کے لئے ادھرمی زمانہ میں تشریف لایا کرتے ہیں۔ تو ساتویں صدی مسیحی بڑے سے بڑا وقت ان صداقتوں کے پورا ہونے کا تھا۔ حالات زمانہ اس امر کے متقاضی تھے۔ کہ یا مختلف ممالک میں مختلف پیغمبر پیدا ہوں یا ایک زبردست انسان پیدا ہو جو کل روے زمین پر اُسی قدیمی پراچین مذہب اسلام کو کامل صورت میں قائم کر دے لیکن تاریخ زمانہ نے ایک نئی صُورت اختیار کر لی تھی ایسے حالات پیدا ہو گئے جنہوں نے دنیا کی مختلف اقوام میں آمد و رفت اور میل جول کے ذرایعہ آسان کر دیئے انسانی سوسائٹی کے مختلف اعضا و جوارح جنھیں قدرتی اور مصنوعی رکاوٹوں نے ایکدوسرے سے جدا کر رکھا تھا وہ عنقریب باہم ترکیب پاکر ایک ہونیوالے تھے وقت قریب تھا کہ جب یہ بڑی اور وسیع دُنیا ایک مُلک کے رنگ میں آجاوے جس میں ممالک دُنیا بمنزلہ شہر اور شہر بمنزلہ محلّوں کے ہو جاویں مختلف قوموں اور مذاہب کے افراد باہمی اختلاط وارتباط کے آستانہ پر کھڑے تھے۔ کل افراد عالم کے اس میل جول پر مختلف قوموں کو مختلف تعلیمیں دینا ایک کامل بدنظمی اور خطرناک اختلاف کو پیدا کرنا تھا۔ لہذا **حکمت بالغہ** نے یہی پسند کیا کہ ایسے وقت میں وہ آخر نبی کو اس جگہ مبعوث کرے جو معلومہ دُنیا کے **مرکز** میں ہو۔ چنانچہ **نبی آخر الزمان** نے **عرب** میں پیدا ہو کر اُسی قدیمی اسلام کی تعلیم کی۔ جو دوسروں نے اس سے پہلے تعلیم کیا تھا وہ ایک **کتاب** لایا جس میں قدیمی **صداقتوں** کو انسانی آمیزش سے پاک کر کے جمع کیا گیا۔ اور اس پر دیگر امور ضروریہ ابزاد کئے گئے جیسے قرآن شریف نے فرمایا۔ صحفا مطھرۃ ، فیھا کتب قیمۃ۔ وما فرطنا فی الکتب من شئے۔ قرآن تو وہی قدیمی صحیفے ہیں جنھیں انسانی آمیزش سے پاک کر دیا گیا ہے۔ ہاں اس میں جہاں صداقت ہائے

مندرجہ کتب مقدسہ کو جمع کیا گیا ہے وہاں وہ تمام نئی باتیں بھی درج کر دیگئی ہیں جو تمام انسانی نشو و نما کے لئے ضروری تھیں۔ دراصل قرآن از سر نو اُن صداقتوں کو سکھلاتا ہے جو وید مقدس یا **بائبل** یا **گیتا** یا **رامچندر** یا **بدھ** اور دیگر انبیا علیہم السلام کے ملفوظات میں تھیں اور ان پر کثرت سے ان باتوں کو ازدیاد کرتا ہے جو اُن پہلی تعلیموں میں موجود نہ تھیں۔ یہ فیاضانہ تعلیم جس کے ماتحت ہم تمام مذاہب کو ربانی چشمہ سے نکلا ہوا مانتے ہیں قرآن مجید نے اور ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح اور صاف الفاظ میں مسلمانوں کو تعلیم کیں۔ اور آپؐ کے بعد بھی وقتاً فوقتاً مسلمان علمائے ربانی یہ تعلیم دیتے رہے لیکن صدیوں کے گذرنے نے اس وسعتِ قلبی کو پھر فراموش کر دیا اور تنگنظری اور تنگدلی کی بیماری اَور اہل مذاہب کیطرح ہم پر بھی اثر کرنے لگی۔ ہم نے بھی دیگر مذاہب کی خوبیوں سے اِنکار کرنا شروع کیا جس کا نتیجہ وہ کشیدگی ہوئی جس سے انسانوں میں تمام ہمدردانہ خیالات کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کشیدگی خیالات کا خصوصاً ہندوستان پر اثر ہوا جو قریباً کُل مذاہب کا گھر ہے۔ مذہبی مباحثات بُرے مذاق اور بُرے دل کے ساتھ خطرناک طور پر شروع ہو گئے۔ نکتہ چینی شعار دُنیا ہو گیا۔ اور مذاہب کے اُن مقدس بانیوں کے متعلق جن کی عزت اور اطاعت دُنیا کے کروڑہا انسان اس وقت بھی کر رہے ہیں نہایت بیرحمی سے گندی سے گندی بدزبانی کی گئی اور اُن لوگوں کے ہاتھوں سے اُن مقدس مُعلمان کی عزت پر بیجا بانہ حملہ کیا گیا جنھوں نے نہایت قلیل علمیت کے ساتھ اس ناپسندیدہ مذہبی تنقید کو بطور تجارت اختیار کیا۔ میں بلا خطرہ اختلاف کہہ سکتا ہوں کہ مذہبی مباحثات کا یہ کینہ افزا طریق پولیٹیکل معاملات کے مقابل کہیں زیادہ تر اُس جُدائیگی کا ذمہ وار ہے۔ جو اس ملک کے ہندو اور مسلمانوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ مثال کے طور میں صوبۂ **پنجاب** کے حالات کی طرف اشارہ کر سکتا ہوں جو ان ناملائم مذہبی مناقشات کا مرکز بن رہا ہے۔ لیکن خدائے امن نے جو امن کو پسند کرتا ہے۔ اور اپنی مخلوق میں امن دیکھنا چاہتا ہے ایسے وقت میں ہماری

دستگیری کی۔ اُس نے عین وسط پنجاب میں ایک **مصلح** اسلام میں بھیجا۔ جس نے حضرت **محمد** صلعم کی غلامی کا دعوےٰ کر کے از سرنو اُس مذہبی فیاضی اور طریق وسعت قلبی کی **تجدید** کی جو اُس کے مخدوم و مطاع نے آج سے تیرانسو (۱۳۰۰) برس پہلے تعلیم کیا تھا۔ اُس نے ہم میں پھر اس امر کا احساس پیدا کیا کہ ہم دنیا کے مقدس معلمین کی عظمت اور قدر دانی کریں۔ اس نے ہر مذہب کی خوبیوں کا اعتراف کیا اور اس مُلک کے متضاد عناصر میں **اتفاق** اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے وہ مسلمانوں کے لئے **مہدی** اور عیسائیوں کے لئے **مسیح موعود** اور ہندوؤں کے لئے **کرشن** ہو کر آیا۔ وہ لوگ جو ہندو مسلمانوں کے درمیان یگانگت اور ہمدردانہ خیالات پیدا کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ اس سے بہتر کوئی اَور صورت تجویز نہیں کر سکیں گے۔ جو اس مصلح زمانہ حال نے اپنے اُس **پیغام صلح** میں لکھ دی جو آپ نے عین اس دن ہندو اصحاب کے لئے لکھا جس دن وہ بہشت بریں میں چلے گئے +

اب میں پھر اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے اس عالمگیر مذہب کی جس کا نام **اسلام** ہے۔ جس کی آخری کتاب یعنے **قرآن** نے اپنے اندر ان تمام **صداقتوں** کو جمع کیا جو وید میں بائبل میں اور دیگر کتب مُقدسہ میں تھیں۔ اور اُن پر اُن قوانین کو ایزاد کیا جو ایسے زمانہ کے مناسب حال ہوں جبکہ خدا کے کنبہ کے اُن مختلف افراد نے جمع ہو جانا تھا جو قدیم الہام کے وقت ایک دوسرے سے جُدا جُدا رہتے تھے +

قرآن میں وہ تمام قواعد و ضوابط ہیں جن کی متقاضی زندگی کی ضروریات مختلفہ تھیں۔ قرآن صرف چند اخلاقی جملوں کا مجموعہ نہیں نہ یہ چند رسموں کی کتاب ہے۔ اگر یہ ایک طرف ہم کو خدا کی صفات کاملہ کا پتہ دیتی ہے تو دوسری طرف اُن عظیم الشان صداقتوں پر روشنی ڈالتی ہے جن میں ملائکہ الہام نبوّت قیامت بہشت دوزخ وغیرہ وغیرہ شامل ہیں ۔

ایسا ہی یہ اُن اصولوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ جو ہیں پولیٹکل سوشل اقتصادی اور معاشرت کے امور میں مدد دے سکیں۔ تاکہ تمام نسل انسانی ان قوانین پر چل کر کمال حقیقی کو حاصل کرے۔ قرآن نماز روزہ اور قربانیوں تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں زندگی کا ایک کامل سے کامل ضابطہ ہے۔ ایک بادشاہ وقت کے لئے اگر اس میں قانون ہے جو اُس نے امور مملکداری میں برتنا ہے تو ایسے ہی اُس میں اطاعتِ فرمانروا کی ہدایات بھی ہیں خواہ وہ اپنی قوم ہو یا غیر قوم سے ۔ اسی طرح ایک مُقنّن ایک مُدبّر سلطنت۔ ایک جج ایک فوجی افسر ایک سوداگر ایک اہل حرفہ ایک بیٹا ایک باپ ایک بھائی ایک خاوند ایک عورت ایک ہمسایہ ایک دوست ایک دولتمند ایک مفلس۔ الغرض ہر ایک انسان ہر حیثیت اور حالت میں ایسے اصول ہدایت اس کتاب میں دیکھیگا۔ کہ جس پر چلکر وہ سوسائٹی کے لئے مفید ہو سکے۔ یہ مکمّل تعلیم مجھے قرآن میں ہی ملی۔ اور اس لئے ہم مسلمان ایمان رکھتے ہیں۔ کہ اس قدیمی مذہب یعنی اسلام نے جسے پیغمبروں کی جماعت نے وقتاً فوقتاً تعلیم کیا اپنی مُکمّل صُورت خُدا کی اُس کتاب میں پائی جس کے بعد الہامِ شریعت بند ہو گیا جیسے قرآن نے فرمایا

الیوم اکملت لکم دینکم

آج ہم نے تمہارے لئے شریعت کو کامل کر دیا

وقت[1] اجازت نہیں دیتا کہ میں ان امُور کی جن کا خلاصہ میں نے اوپر دیا ہے چھوٹی سے چھوٹی تشریح بھی کر سکوں۔ لیکن خاتمہ سے پہلے میں ایک ضروری امر کا ذکر کرونگا جسے تعلیم کر کے قرآن کریم نے نسل انسانی پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ انسان کا بڑے سے بڑا محسن وہی ہو سکتا ہے۔ جو انسانوں میں یہ احساس پیدا کر دے کہ اُن میں اعلےٰ سے اعلےٰ استعدادیں موجود ہیں۔ اور پھر اُن کے سامنے اُن کے نصب العین اور مقصود بالذات

[1] منتظمان جلسہ کی طرف سے ہر ایک شخص بولنے والا تیس منٹ سے زیادہ تقریر نہ کر سکتا تھا +

کو بلند کر دے۔ اس لئے قرآن کریم نے یہ قبول نہیں کیا کہ گناہ ہماری جزو فطرت ہے اور ہم اپنے اعمال کے ذریعہ اس کی زنجیروں سے نجات نہیں پا سکتے۔ بلکہ ہمیں یہ سکھلایا ہے۔ کہ انسان اس دنیا میں معصومی کی حالت میں داخل ہوتا ہے۔ اور بعض قوانین پر چل کر لامحدود اور لاانتہا ترقیات حاصل کر سکتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ پ۳۰ ع۲۱ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنہ اسفل سافلین ہ الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون۔ تحقیق ہم نے انسان کو اعلے سے اعلے اور عمدہ سے عمدہ استعدادوں کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ بعض صداقتوں پر ایمان لا کر اور ان پر عمل کر کے لامحدود نتائج حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ اُن کی پرواہ نہ کرے تو یقیناً ادنے سے ادنے نقطہ پر پہنچے گا۔ اس تعلیم سے بڑھ کر نہ کوئی زبردست تحریک ترقی کی ہو سکتی ہے اور نہ اس سے بڑھکر کوئی اَور روک انسان کے لئے تنزل اور زوال کے مقابل ہو سکتی ہے۔ اگر ہم یہ یقین کر لیں کہ گناہ ہماری جزو فطرت ہے۔ تو اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے ہماری تمام کوششیں رائیگان سمجھنی چاہئیں۔ یہ امر ہمارے قوئے کے دبا دینے کے لئے اور ہمارے عزم کو ڈھیلا کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے بڑھ کر ہماری پستی رُوحانیت کا اور کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور عجیب بات ہے۔ کہ مادی دُنیا میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ ہم لامحدود ترقیات کر سکتے ہیں۔ پیغمبرِ عرب نے یہ تعلیم نہیں کیا۔ کہ انسان دنیا میں گناہ لے کر آیا۔ بلکہ یہ سکھلایا۔ کہ انسان پیدا ہونے کے وقت اپنے اندر اطاعت قوانین کی استطاعت رکھتا ہے۔ اور اس لئے وہ بیگناہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ عدم اطاعت قوانین کا نام ہی گناہ ہے۔ اور دُنیا میں کوئی ترقی پیروی قانون کے سوا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا انسان کو بروقت پیدائش معصوم فطرت قبول کر لینے سے

ہی اُسے لامحدود ترقیات کا وارث بنا دیتا ہے! اسی لئے اس اشرف اور وسیع دل کے نبیؐ نے یہ تعلیم دی کہ انسان اپنی پیدائش کے وقت معصوم ہوتا ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ **مسلمان** کا بیٹا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ **انسان کا بیٹا** ہے۔ اب اگر اس پاک فطرت کو عمدہ قوانین بھی مل جاویں تو یقیناً وہ معراج کمال تک پہنچ جاوے گا۔ اگر دُنیا نے اپنی مادّی ترقی میں آئے دن **نیوٹن**۔ **ہرشل**۔ **ایڈیسن** پیدا کئے ہیں۔ تو کیوں دوبارہ **کرشن**۔ **مسیح** اور **بدھ** جیسے انسان دُنیا میں پیدا نہ ہوں۔ خصوصاً جب اُن بزرگ مُعلّموں نے صاف اور صریح الفاظ میں اپنے دوبارہ آنے کا وعدہ کیا۔ اور میرے نزدیک وہی کتاب آخری کتاب ہونے کا دعوےٰ کر سکتی ہے جیسے کہ ہر اہل مذہب اپنی کتاب کو سمجھا ہوا ہے۔ جس میں وہ ہدایات مندرج ہوں جن پر چلکر انسانوں میں سابقین کا سا کمال پیدا ہو سکے آخر سابقین نے بھی بعض ہدایات پر ہی چل کر تکمیل روحانیت کی تھی۔ اگر کسی کتاب میں یہ ضروری تعلیم نہیں تو اُس کے بعد کسی اور ناطق اور آخری کتاب کی ضرورت پڑیگی۔ ایسا ہی انبیا میں سے خاتم النبیّین کہلانے کا وہی مُستحق ہے (اور مجھے حق الیقین ہے کہ وہ حضرت **محمد** صلے اللہ علیہ تھے) جو ہم کو اُس راہ پر چلاوے۔ کہ جس پر چل کر ہم وہ **کمالات** رُوحانی حاصل کر سکیں کہ جہاں **الہام ربّانی** کا فیض ہوتا ہے۔ اگر رُوحانی کمال یافتہ انسان مکالمہ الٰہیّہ سے ممتاز تھے جیسے کہ اُن کے متبع اُن کے متعلق مانتے ہیں۔ اور اگر انسان کے ساتھ **خدا کا کلام** کرنا خدا کی ایک صفت ہے، تو پھر کن وجوہ پر یہ امر یقین کیا جا سکتا ہے کہ دروازہ الہام پہلے کھلا تھا اور اب بند ہو گیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ اب بھی ویسے ہی علیم حاضر ناظر رحیم اور دیگر

صفات رکھتا ہے جیسے کہ وہ پہلے تھا۔ اور اگر صفات آلٰہیہ پر تعطّل لازم نہیں توضروری ہے۔ کہ وہ ہمیشہ اسی طرح بولتا رہے۔ جیسے کہ وہ پہلے ایّام سابقہ میں بولا۔ لیکن ہم میں سے بعض یہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ کسی خاص واقعہ کے بعد خدا نے انسان سے کلام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ منطقیانہ طور پر دو امور میں سے ایک امر ضرور واقعہ ہوگا۔ یا تو معاذ اللہ خدا تعالےٰ کی بعض صفات ضائع ہوگئی ہیں یا تنزل سے انسان میں وہ استعدادیں نہیں رہیں۔ جو اس کے بزرگوں میں تھیں لیکن یہ ہر دو امور بالبداہت غلط ہیں۔ کامل خدا کے صفات ہمیشہ کامل ہونے چاہئیں اور ازروئے علم تشریح موجودہ انسان کے قوا سے وہی ہیں جو پہلوں کے تھے۔ بعض لوگ اب بھی کہیں گے کہ انسان ناقابل ہے۔ لیکن میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے گیتا میں پڑھا کہ کرشن بعض حالات کے پیدا ہوجانے پر دُنیا میں دوبارہ آجایا کرتا ہے۔ اور مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں ایک ایسی کتاب پر ایمان رکھتا ہوں کہ جس نے ذیل کے الفاظ میں مجھے وعدہ دیا ہے:۔

اھدنا الصراط المستقیم ۝ صراط الذین انعمت علیھم۔ الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

اے خدا ہم کو وہ سیدھے سے سیدھا راستہ دکھلا کہ جس پر تیرے انعام یافتہ چلے یعنی نبی صدیق شہدا اور صالحین + اس دُعا کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا پ ۲۱ ع

جو ہمارے راستہ میں کوشش کیا کرتے ہیں ہم اُنھیں ضرور راستہ دکھلا دیا کرتے ہیں۔

لہٰذا بالفاظ قرآن کسی انسان کا ربّانی راہوں پر قدم زن ہونا اس کو اس خاص الخاص انعام الٰہی کا مستحق ٹھہرا دیتا ہے جس کا

نام الہام ہے۔ قرآن نے وہ قواعد اور قوانین بتلائے ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ انسان ان ربّانی فیوض کو حاصل کرتا ہے جو خدا تعالیٰ نے کاملین سابقہ کو عطا فرمائے۔ الغرض جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ہم آخری نبی قرار دیتے ہیں۔ تو نہ صرف اس لئے کہ انھوں نے ہمیں زندگی کے متعلق کامل ہدایات دی ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ اُنھوں نے ہمیں انبیا کا ورثہ حاصل کرنے کے قابل ظاہر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا

علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل

میری اُمّت کے علماء ربّانی اسرائیلی نبیوں جیسے ہونگے

آپ نے ہمیں یہ بھی وعدہ دیا کہ ہر **صدی** کے سر پر ایک **الہام** پانے والا **مصلح** اسلام میں پیدا ہوگا جسے اسلامی اصطلاح میں **مجدد** کہا گیا ہے۔ اور حضور والا کی پیشین گوئی کو ہم اسلامی تاریخ کے ہر زمانہ میں پورا ہوتا دیکھتے آئے ہیں۔ مجھے پتہ نہیں کہ آیا **وید** پر چلنے والوں میں سے کرشن اور رامچندر جیسے انسان اور بھی ہندوستان میں پیدا ہوئے یا نہیں اور نہ مجھے یہ پورا علم ہے۔ کہ **عیسائی** مذہب نے پطرس اور یوحنّا جیسے انسان پیدا کئے یا نہیں جن میں یقینی طور پر بعض **مسیح** جیسی صفات تھیں۔ لیکن **اسلام** پر تو کوئی صدی نہ گذری کہ جس میں الہام پانے والے مُقدّس انسان پیدا نہ ہوئے۔ مثال کے طور پر۔ عمر بن عبدالعزیز۔ بایزید بسطامی جنید بغدادی محی الدّین ابن عربی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اور ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ شیخ احمد مجدّد الف ثانی سرہندی۔ خواجہ نظام الدین اولیا۔ بابا فرید شکر گنج۔ داتا گنج بخش شاہ ولی اللہ اور سید احمد بریلوی وہ لوگ ہیں کہ جو خدا سے

ہمکلام ہوئے۔ یہ صداقت قرآن کریم نے بڑے صریح الفاظ میں تعلیم کی۔ لیکن زمانہ حال کے مادی خیالات جو اس تمام تشکک اور توہم کے ذمہ وار ہیں جو چاروں طرف ہم دیکھ رہے ہیں اس قدر زبردست تاثیر رکھتے ہیں۔ کہ یہ صداقت بھی حوالہ نسیان ہو کر الہام کو فسانہ کے رنگ میں لے آتے۔ جیسا کہ اس وقت یورپ میں ہو چکا ہے۔ اگر اس صدی کے سر پر موعود مجدد نہ آتا۔ خدا نے **پنجاب** میں **احمد** کو پیدا کیا جس نے اپنے ہمجنسوں کے آگے اپنا نمونہ پیش کیا۔ اس نے دکھلایا کہ قرآن کریم کی کامل اطاعت اور **سنت نبوی** کی کامل متابعت نے بفحوائے آیہ کریمہ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین اُسے خداتعالےٰ کے اعلےٰ سے اعلےٰ انعام کا جس کا نام الہام ہے وارث کیا۔ اس نے ظاہر کیا کہ یہ دروازہ ہر ایک کھٹ کھٹانے والے کے واسطے کھلا ہے یہی اعلےٰ سے اعلےٰ نصب العین انسان کا ہونا چاہئے۔ اور یہی بلند سے بلند منزل مقصود انسانی کوشش کی ہے۔ اسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے **اسلام** نامعلوم وقتوں سے دُنیا میں آکر حضرت **محمدؐ** صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر **مُکمّل** ہوٗا۔ خدا کے خاص الخاص درُود اور سلام اس پر ہوں +

مبارک ہے وہ کتاب جو تم میں اعلےٰ استعدادوں کا احساس پیدا کر کے تمہارے نصب العین کو بلند کرے اور ایسا ہی **مبارک** ہے وہ **انسان** جو اپنے عملی نمونہ کو

تمہارے سامنے پیش کرکے تم میں اس اعلےٰ سے اعلےٰ مقصد کے حاصل کرنے کی تحریک و تحریص پیدا کرے - آمین

تمت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اور آپ کی جماعت کا مذہب

مصنفہ حضرت ممدوح قدس اللہ سرہ العزیز

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولِ کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہرِ او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایماے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بُود
ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتداے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک واز خبرہاے معاد — ہرچہ گفت ان مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است — منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیاء سابقین — آنچہ در قراں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاء است

یک قدم دُوری ازاں عالیجناب
نزد ما کفر است خسران و تباب

اسوہ حسنہ یا لکچر ہا علیگڑھ جلد اول زیر طبع جس میں آنحضرت صلعم کی زندہ اور کامل نبی ہونے کی اور آپ کے اخلاق کاملہ کی تصویر ہے قیمت ۸/

در رفاہ عام سٹیم پریس لاہور باہتمام مولوی عبدالحق مالک مطبع طبع گردید